ترجمہ قرآن۔ قرآن فہمی کا ایک پہلو
(تفسیر ضیاء القرآن کا خصوصی مطالعہ)

افتخار الحسن میاں ☆

قرآن حکیم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے محبوب بندے اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمائی۔ یہ وہ کتاب زندہ ہے جس نے جس کسی سے اپنی خدمت لی، اسے زندہ جاوید کر دیا۔ قرآن فہمی کا جذبہ صادق صدر اسلام سے اب تک امت محمدیہ میں زندہ و بیدار چلا آ رہا ہے۔ اسی جذبے کی وجہ سے یہ امت قرآن حکیم میں گہرے غور و تدبر کے نتیجے میں اس کے خادم علوم و فنون کی طرح ڈالنے اور انہیں اوج کمال تک پہنچانے میں کامیاب ہوئی۔ قرآن حکیم کے خادم علوم و فنون میں ایک ترجمہ قرآن بھی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں قرآن حکیم کے اردو تراجم کی ابتداء کا اعزاز حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے حصہ میں آیا۔ شاہ صاحب کے اس ترجمہ کو بہت جلد قبول عام حاصل ہوگیا۔ قرآن فہمی میں اس اوّلین اردو ترجمے کی افادیت نے آگے چل کر قرآن کے مزید اردو تراجم کی راہیں استوار کیں۔ اب تک قرآن حکیم کے متعدد اردو تراجم منظر عام پر آچکے ہیں جنہوں نے مختلف طبقہ خیال و ذوق کے حامل کروڑوں اہل ایمان کے دلوں کو نور قرآن سے منور کیا۔ ان میں سے کچھ مستقل تراجم ہیں اور کچھ تراجم، تفاسیر کے ہمراہ شائع ہوئے۔

☆ ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ہمارا زیر بحث ترجمہ بھی اردو زبان کی مقبول عام علمی تفسیر "ضیاء القرآن" میں داخل و شامل ہے۔

پاک و ہند میں قرآن حکیم کے اردو تراجم کے آغاز کار سے عام طور پر دو طرح کے تراجم رائج ہیں۔ ایک تحت اللفظ تراجم اور دوسرے بامحاورہ۔ ان دونوں اسالیب کی افادیت مسلمہ ہے۔ تحت اللفظ تراجم میں قرآن حکیم کے ہر لفظ اور آیت کا ترجمہ اس کے نیچے درج ہوتا ہے۔ ایسے تراجم بالعموم مربوط اور بامحاورہ نہیں ہوتے۔ جس کے باعث قرآن کا پیغام اپنی پوری قوت کے ساتھ قاری تک نہیں پہنچ پاتا۔ تاہم ایسے تراجم کا بغور مطالعہ اپنے قاری میں عربی زبان سے جلد ہی اس حد تک مناسبت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ قرآن کی ابتدائی چند سورتوں کے بعد ایک ہی طرح کے آنے والے الفاظ بغیر ترجمے کے خود سمجھنے کے قابل ہو سکے۔ اس میں شک نہیں کہ تحت اللفظ تراجم کے قاری میں وقت اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ براہ راست قرآن فہمی کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

اردو تراجم کی دوسری قسم بامحاورہ تراجم ہیں۔ اس اسلوب میں ابلاغ کو اصل اہمیت حاصل ہوتی ہے اور قرآن حکیم کے پیغام کو اس کے زور بیان کے ساتھ اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کارفرما ہوتی ہے۔ ایسے تراجم میں سلاست و روانی کے باعث قاری کے لیے قرآن کا پیغام سمجھنا آسان ہوتا ہے۔ یہی تراجم کا مقصد ہے۔ تاہم ان بامحاورہ تراجم میں دشواری یہ ہوتی ہے کہ ان میں قرآن کے الفاظ کہیں اور ان کا ترجمہ کہیں اور ہوتا ہے، جس سے قاری کے لیے یہ جاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ جن الفاظ کا ترجمہ پڑھ رہا ہے، وہ الفاظ کیا ہیں؟ یہ دشواری تحت اللفظ تراجم کے قارئین کو پیش نہیں آتی۔ اس اسلوب کی نمائندہ تفاسیر میں بامحاورہ تراجم بھی دو طرح سے اختیار کیے گئے ہیں۔ ایک قرآن حکیم کے بین السطور درج ہوتے ہیں جیسے مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے یہاں نظر آتا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے ممتاز مفسر سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے اختیار کیا۔ اس میں چند آیات مسلسل دینے کے بعد ان کا مسلسل ترجمہ درج ہوتا ہے۔ مولانا مودودی اپنے ترجمہ اور اسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں: " میں نے اس کتاب میں ترجمے کا طریقہ چھوڑ کر آزاد

ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے"(۱)۔ اس سے ان کا مقصود "قرآن حکیم کے معانی و مطالب کو ان کی اصل تاثیر اور قرآن کے زور بیان کے ساتھ قاری تک پہنچانا ہے"(۲)۔

اردو تراجم کے مذکورہ بالا اسالیب کے علاوہ بھی ایک اسلوب ہے جو ہم زیر بحث تفسیر "ضیاء القرآن" میں دیکھتے ہیں۔ یہاں ترجمہ بنیادی طور پر تحت اللفظ ہے مگر یہ اس خوبی سے کیا گیا ہے کہ اس پر بامحاورہ ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ اس ترجمہ کے قاری کو وہ مشکلات پیش نہیں آتیں جو بامحاورہ یا تحت اللفظ تراجم کے قارئین کو درپیش ہوتی ہیں۔ فاضل مترجم کی عربی زبان و بلاغت کے ساتھ ساتھ اردو زبان و ادب پر قدرت کے باعث اس ترجمہ میں قرآنی بلاغت پورے طور سے جھلک رہی ہے۔ عہد حاضر کے نامور مفسر، صاحب تفسیر "ضیاء القرآن" محترم پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

> "میں نے سعی کی ہے کہ ان دونوں طرزوں (تحت اللفظ اور بامحاورہ) کو اس طرح یکجا کر دوں کہ کلام کا تسلسل اور روانی بھی برقرار رہے، زور بیاں میں بھی (حتی الامکاں) فرق نہ آنے پائے اور ہر کلمہ کا ترجمہ اس کے نیچے بھی مرقوم ہو"۔(۳)

قرآن کے اردو تراجم کے لیے ممتاز مفسرین کے مقرر کردہ اہداف اور اسالیب بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم اردو کی چند مستند اور مقبول تفاسیر و تراجم میں سے چند آیات کے تراجم پیش کریں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان کے مترجمین نے قرآن فہمی کو آسان بناتے وقت قرآن کے الفاظ کو ان کی بلاغی روح کے ساتھ اردو میں کس حد تک منتقل کیا ہے۔ آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تراجم کے تقابل سے کرتے ہیں:

۱۔ مولانا مودودی اس کا ترجمہ فرماتے ہیں: "اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے"۔(۴)

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمہ فرمایا ہے: "اللہ کے نام سے جو الرحمٰن اور الرحیم ہے"۔(۵)

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یوں ترجمہ فرمایا ہے: "شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"۔(۶)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی ترجمہ فرماتے ہیں: "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں"۔(۷)

۵۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے تسمیہ کا یہ ترجمہ فرمایا ہے: "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔(۸)

ان تراجم پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے تسمیہ میں سے صرف بسم اللہ کا ترجمہ فرمایا ہے جبکہ الرحمٰن اور الرحیم کے کلمات یہاں بلا ترجمہ ہیں۔ اس سے قاری اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ میں موجود معنی کی گہرائی اور لطافت تک نہیں پہنچ پاتا۔ جبکہ مولانا تھانوی نے ترجمہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لیے تعظیماً جمع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ حالانکہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی تعظیم اور شان توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے واحد کے صیغے ہی استعمال کیے جاتے۔

قبلہ پیر صاحب نے تسمیہ کا ترجمہ اگرچہ تحت اللفظ کیا ہے مگر اس میں موجود سلاست و روانی سے یہ بامحاورہ ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں الرحمٰن الرحیم کے لغوی معنی کی رعایت بھی واضح طور پر نظر آتی ہے۔۔۔ کہ یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کے ترجمہ میں مصدری معنی میں زیادتی کو ظاہر کرتے ہوئے اسم مبالغہ کے طور سے ہی ترجمہ کیا جاتا۔ یہ جامعیت مذکورہ بالا تراجم میں سے پیر صاحب کے ترجمہ میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔

سورہ البقرہ کی آیت ۱۴۴ اور اس کے اردو تراجم ملاحظہ فرمائیے:

قد نری تقلب و جھك فی السماء فلنولینك قبلة ترضھا فول وجھك شطر المسجد الحرام۔ و حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ....الخ

۱۔ مولانا مودودی نے اس آیت مبارکہ کا بامحاورہ ترجمہ یہ کیا ہے:

"یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ لو ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو"۔(۹)

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ ترجمہ کیا ہے:

"(اے پیغمبر) ہم دیکھ رہے ہیں کہ (حکم الٰہی کے شوق و طلب میں) تمہارا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھ اٹھ جاتا ہے، تو یقین کرو، ہم عنقریب تمہارا رخ ایک ایسے ہی قبلہ کی طرف پھرا دینے والے ہیں جس سے تم خوشنود ہو جاؤ گے۔(اور اب کہ اس معاملہ کے ظہور کا وقت آگیا ہے) تو چاہیئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو،اور جہاں کہیں بھی تم اور تمہارے ساتھی ہوں، ضروری ہے کہ (نماز میں) رخ اسی طرف کو پھر جایا کرے"۔(۱۰)

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ ترجمہ کیا ہے:

"تیرے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ پس تجھ کو ہم اسی کعبہ کی طرف پھیریں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔ پس اپنا منہ عزت والی مسجد کی طرف پھیرا کر اور جہاں کہیں تم ہو اپنا رخ اسی کی طرف کیا کرو"۔(۱۱)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی ترجمہ کرتے ہیں:

"ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے۔ پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی کی طرف کیا کرو"۔ (۱۲)

۵۔ صاحب تفسیر "ضیاء القرآن" کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں(لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔ (اے مسلمانو!) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف"۔(۱۳)

اس آیت میں موجود "فلنولینّک" کا فعل مضارع موکد بلام تاکید و نون ثقیلہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زمانہ مستقبل کے ساتھ

خاص ہو جاتا ہے۔اس امر کی رعایت ہمیں مولانا مودودی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ان تراجم میں نظر نہیں آتی۔ مولانا مودودی نے اس کا ترجمہ زمانہ حال میں کیا ہے جبکہ مولانا آزاد نے اس فعل مضارع موکد کا ترجمہ اسم فاعل کے طور پر کیا ہے۔ مولانا امرتسری ، مولانا تھانوی اور پیر کرم شاہ الازہری نے عربی زبان و قواعد کے التزام کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ تاہم موخر الذکر کا ترجمہ تحت اللفظ ہونے کے باوجود قاری کے لیے پوری طرح قابل فہم اور قرآن کے اسلوب بیان کا عکس جمیل ہے۔

سورہ النساء کی آیت ۱۷ اور اس کے تراجم ملاحظہ فرمائیے :

" انما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة ثم يتوبون من قريب فاولئك يتوب الله عليهم . و كان الله عليماً حكيماً"

۱۔ مولانا مودودی اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں :

" ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے"۔ (۱۴)

۲۔ مولانا آزاد نے " ترجمان القرآن " میں اس کا یہ ترجمہ کیا ہے :

" البتہ یاد رہے کہ اللہ کے حضور توبہ کی قبولیت انہی لوگوں کے لیے ہے جو برائی کی کوئی بات نادانی و بے خبری میں کر بیٹھتے ہیں اور پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں(اور ان کا ضمیر اپنے کیے پر پشیمانی محسوس کرتا ہے) تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ اللہ بھی (اپنی رحمت سے) ان پر لوٹ آتا ہے اور وہ یقیناً سب کچھ جاننے والا اور (اپنے احکام میں) حکمت رکھنے والا ہے"۔ (۱۵)

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی "تفسیر ثنائی" میں یہ ترجمہ درج ہے :

" صرف انہی لوگوں کی توبہ خدا کے ہاں مقبول ہے جو غلطی سے برے کام کرتے ہیں اور پھر جلدی توبہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا معاف کر دیتا ہے اور خدا کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ بڑی حکمت والا ہے"۔ (۱۶)

۴۔ مولانا تھانوی ترجمہ فرماتے ہیں :

" توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں۔ سو ایسوں پر اللہ تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں ،حکمت والے ہیں"۔(۱۷)

۵۔ صاحب "ضیاء القرآن" نے اس آیت کا یہ ترجمہ فرمایا ہے :

" توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے ان کی توبہ ہے جو کر بیٹھتے ہیں گناہ بے سمجھی سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے، پس یہی لوگ ہیں (نظر رحمت سے) توجہ فرماتا ہے اللہ ان پر اور ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا"۔(۱۸)

مذکورہ بالا پانچوں تراجم میں متعلقہ آیت کا مفہوم بڑی خوبی سے منتقل کیا گیا ہے۔ان بامحاورہ تراجم میں قرآن حکیم کے الفاظ کی مکمل رعایت پائی جاتی ہے۔ جبکہ موخرالذکر تحت اللفظ ترجمہ میں بامحاورہ تراجم والی سلاست و روانی نظر نہیں آتی۔ تاہم آیت کا مفہوم سمجھنے میں قاری کو کوئی دشواری بھی محسوس نہیں ہوتی۔

یہاں پر یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اس طرح کے تحت اللفظ تراجم بر صغیر پاک و ہند میں قرآنی تراجم کے مخصوص کلچر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کو پڑھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں بلکہ الہامی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس اسلوب کی اپنی افادیت اور حسن ہے جو قرآنی تراجم کی پہچان ہے۔

ضیاء القرآن کے عمیق مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن فہمی کے لیے قبلہ پیر صاحب کا اپنا انداز ہے جس سے قرآن کے پیغام کی جامعیت اور نبی مکرم ﷺ کی رفعت شان کے نقوش قاری کے دل و دماغ پر ثبت ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے کوئی مصنوعی طریقہ اختیار نہیں فرمایا بلکہ متعلقہ آیات کے تاریخی پس منظر اور قرآن کے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآنی الفاظ کے عمیق اور مطلوب معانی و مطالب کو اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمایئے سورۃ الفتح کی آیات ۱ تا ۳ کے تراجم :

انا فتحنالك فتحاً مبينا۔ ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخرويتم نعمته عليك و يهديك صراطاً مستقيما۔ و ينصرك الله نصراً عزيزاً

۱۔ شیخ الہند محمود الحسن ترجمہ فرماتے ہیں:

"ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کر دے تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے تیرا اللہ زبردست مدد"۔ (۱۹)

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ ترجمہ فرمایا ہے:

"اے پیغمبر! ہم نے آپ کو کھلی فتح دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ (اس کی وجہ سے) آپ کی اگلی اور پچھلی تمام خطاؤں کو معاف کر دے اور آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تاکہ آپ کو سیدھی راہ پر چلائے اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست نصرت فرمائے"۔ (۲۰)

۳۔ مولانا تھانوی ترجمہ فرماتے ہیں:

"بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے اور اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو"۔ (۲۱)

۴۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری ترجمہ فرماتے ہیں:

"ہم نے تجھے کھلی فتح دی ہوئی ہے تاکہ خدا تجھ پر ظاہر کرے کہ اس نے تیرے اگلے پچھلے سارے گناہ بخشے ہوئے ہیں اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے اور تجھے سیدھے راستے پر پہنچائے اور تیری زبردست مدد کرے"۔ (۲۲)

۵۔ پیر صاحب محترم نے جو ترجمہ فرمایا ہے، اب وہ سماعت فرمائیے:

"یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت

کے) بعد لگائے گئے اور مکمل فرما دے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہے"۔ (۲۳)

قبلہ پیر صاحب نے ان آیات کا جو ترجمہ فرمایا ہے وہ مذکورہ بالا چاروں تراجم سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ دیگر مترجمین نے اس میں "ذَنْبٌ" کا ترجمہ گناہ اور خطاء فرمایا ہے جبکہ پیر صاحب نے اس کا ترجمہ الزام کیا ہے۔ انہوں نے "لیغفر" کا ترجمہ "تاکہ دور فرما دے" بیان کیا ہے جبکہ دیگر فاضل مترجمین نے اس کا ترجمہ "تاکہ معاف کرے، تاکہ ظاہر کرے اور تاکہ بخشے" کیا ہے۔ پیر صاحب اپنے اس خاص ترجمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بظاہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ عفو و غفران کا مژدہ بجا، لیکن اس سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ حضور سے گناہوں کا صدور پہلے بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (العیاذ باللہ)۔ حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی خصوصاً نبی الانبیاء، سیّد الرسل ﷺ معصوم ہیں۔ حضور کے دامن عصمت پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہے"۔ (۲۴)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ "اس شبہ کو دور کرنے کے لیے علمائے تفسیر نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ بعض علماء نے غفر کے معنی "بچا لینا" اور "محفوظ کر لینا" (بھی) کیے ہیں۔ اور بعض نے آیت سے مراد مغفرت عامہ کی بشارت لی ہے۔ یہ سارے جوابات اپنی جگہ نہایت اہم ہیں لیکن کلام کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھا جائے تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ فتح مبین کی غرض و غایت یا اس کا نتیجہ اور انجام مغفرت بتایا گیا ہے۔ لیکن فتح اور مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں۔ اس لیے اس آیت میں مزید غور و خوض کی ضرورت ہے تاکہ آیات کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمت نبوت پر بھی کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔ "ذَنْبُ" کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جاتی

ہے"(۲۵)۔

"ذَنب" کے معنی عام طور پر گناہ کے کیے جاتے ہیں۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو لیکن اہل لغت لفظ "ذنب" کو الزام کے معنی میں استعمال کرتے رہتے ہیں، اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس شخص سے صادر بھی ہوا ہو، بلکہ بسا اوقات بلاوجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔ اسی مادہ کے دو اور لفظ ہیں :ذَنَبٌ اور ذَنوبٌ۔ ذَنَبٌ کے معنی دم ہیں جو جانور کے جسم کے آخر میں چمٹی ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں بلکہ باہر سے اس کے ساتھ چمٹا دی گئی ہے۔ اور پانی نکالنے والے ڈول کو ذَنوبٌ کہتے ہیں جو رسی کے ایک سرے سے بندھا رہتا ہے۔ اسی مناسبت سے ذَنب کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جو کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو"۔(۲۶)

وہ مزید فرماتے ہیں : " قرآن کریم میں بھی ذَنب کالفظ الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوت حق دو، تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا" ولهم علی ذَنْبٌ فاخاف ان يقتلون"(۲۷) (انہوں نے مجھ پر قتل کا الزام لگا رکھا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے)۔ اس آیت میں ذَنب سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے امتی کے بچاؤ کے لیے قبطی کو مکا مارا تھا۔ آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر مکا لگنے سے موت واقع ہوتی ہے"(۲۸)۔

پیر صاحب مزید وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: " ان آیات کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جائے تو ذَنب بمعنی الزام ہی یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غفر کے معنی چھپا دینا، دور کر دینا۔ جبکہ ماتقدّم سے مراد ہے ہجرت سے پہلے اور ماتاخّر سے مراد ہجرت کے بعد۔ یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں۔ اس فتح مبین

سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا"۔ (۲۹)

"ضیاء القرآن" سے سورہ الفتح کی ابتدائی تین آیات کا ان کے پس منظر، لغوی تحقیق اور عصمت انبیاء کے اسلامی عقیدہ کی روشنی میں یہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ محترم پیر صاحب قرآن کریم کے مجموعی مزاج اور پیغام کو پیش نظر رکھتے ہوئے لغت عرب کے التزام کے ساتھ آیات کے مطلوب عمیق معانی و مطالب کو اختیار فرماتے ہیں۔ ترجمۂ قرآن کا یہ اندازاعجازِ قرآن کا مظہر ہے۔ وہ اپنے اس مستقل اسلوب کے باعث دیگر مترجمین کی کہکشاں میں مثلِ ماہِ تمام ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کا ترجمہ اپنے ان اوصاف کے باعث قاری کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی عظمت و محبت کے سمندر موجزن کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے لیے قرآن حکیم کے پیغام کی حقیقی روح کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہی ترجمۂ قرآن کا اصل مقصود و مطلوب ہے۔

قرآن حکیم کا ہر فاضل مترجم گلشنِ قرآن کا مہکتا ہوا دلکش پھول ہے۔ ہر ایک اپنا رنگ اور اپنی خوشبو ہے جو قرآن کے متوالوں کے مشام جاں کو معطر کر رہا ہے۔ ہر مترجم نے قرآن کے حیات بخش پیغام کو خلوص دل اور اپنی اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ قارئین تک منتقل کرنے کی سعی مشکور کی ہے۔ اردو زبان کو قرآن کی پاکیزگی عطا کرنے والے یہ مترجمین و مفسرین تمام اردو خواں طبقے کے تشکر و امتنان کے مستحق ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبول عطا فرمائے، آمین۔

حوالہ جات

۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، "تفہیم القرآن"، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۶۳ء، ج ۱، ص ۶

۲۔ ایضاً، ص ۱۰۔۱۱

۳۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، "ضیاء القرآن"، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۰۲ء، ج ۱، ص ۱۲

۴۔ "تفہیم القرآن"، ج ۱، ص ۴۳

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد، " ترجمان القرآن" ، لاہور، اسلامی اکادمی، س ن، ج۱ ، ص ۲۲۶

۶۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری ، " تفسیر ثنائی"، لاہور بلال گروپ آف انڈسٹریز ،۱۹۹۴ء، ص۲

۷۔ مولانا اشرف علی تھانوی، " بیان القرآن" ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن ، ج۱ ، ص ۱

۸۔ " ضیاء القرآن" ،ج ۱ ، ص ۲۱

۹۔ " تفہیم القرآن" ، ج ۱ ، ص ۱۲۱

۱۰۔ " ترجمان القرآن" ، ج۱ ، ص ۲۵۸

۱۱۔ " تفسیر ثنائی" ، ص ۲۵

۱۲۔ " بیان القرآن" ، ج۱ ، ص ۸۱

۱۳۔ " ضیاء القرآن" ، ج۱ ، ص ۱۰۳

۱۴۔ " تفہیم القرآن" ، ج۱ ، ص ۳۳۲

۱۵۔ " ترجمان القرآن" ، ج۱ ، ص ۳۶۳

۱۶۔ " تفسیر ثنائی" ، ص ۹۵

۱۷۔ " بیان القرآن" ، ج ۱ ، ص ۱۵۱

۱۸۔ " ضیاء القرآن" ، ج۱ ، ص ۳۲۸۔۳۲۹

۱۹۔ شیخ الہند محمود الحسن، " ترجمہ قرآن مع تفسیر عثمانی" ، سعودی عرب، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف ، س ن ، ص ۶۷۸۔۶۷۹

۲۰۔ " ترجمان القرآن" ، ج۳ ، ص ۳۸۸ ۔ ۳۸۹

۲۱۔ " بیان القرآن" ، لاہور، مکتبۃ الحسن، س ن ، ج ۳ ، ص ۲۸۰

۲۲۔ " تفسیر ثنائی" ، ص ۶۱۱۔۶۱۲

۲۳۔ " ضیاء القرآن" ، ج ۴ ، ص ۵۳۱۔۵۳۴

۲۴۔ ایضاً ، ص ۵۳۱

۲۵۔ ایضاً ، ص ۵۳۱۔۵۳۲

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ سورۃ الشعراء : ۱۴

۲۸۔ مصدر سابق، ج۴ ، ص ۵۳۲۔۵۳۳

۲۹۔ ایضاً ، ص ۵۳۳